ایمان کی بہار

خوش بختی اور سعادت ہر دل کی آرزو ہوتی ہے۔ ہر شخص چاہتا ہے کہ فوز و فلاح اور کامیابی اور کامرانی اس کے قدم چومے۔ فلاح و کامیابی کے سلسلہ میں ہر ایک کا اپنا اپنا نقطۂ نظر ہوتا ہے۔ کوئی سوچتا ہے کہ بہت زیادہ مال و دولت کا حاصل کر لینا کامیابی ہے۔ کوئی جاہ و منصب کی حصول یابی کو کامیابی تصور کرتا ہے۔ کسی کا خیال ہوتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ طاقت و قوت اور حکومت و اقتدار مل جائے تو وہ کامیاب ہو جائے۔ لیکن کچھ اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں جن کا پرواز تخیل اس سے بلند اور ان کی نگاہ بصیرت اس جہان سے بہت آگے تک دیکھتی ہے۔ ان کی آنکھوں میں دنیائے دوں کی متاع دوں پر کاہ کا بھی درجہ نہیں رکھتی۔ اللہ کے ایسے ہی بندوں میں ایک بندہ تھا جسے تاریخ سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے نام سے جانتی ہے۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اپنی خوش بختی اور سعادت ایمان کو قرار دیا۔ دنیاوی شان و شوکت، مال و دولت اور جاہ حشمت کو یکسر ترک کر کے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کو اپنی کامیابی اور کامرانی باور کیا اور اس شان سے اس کا اعلان کیا کہ اس وقت سے لے کر آج تک ساری دنیا گوش بر آواز ہے۔۔۔۔۔ مجبور و بے کس غلام بلال رضی اللہ عنہ برہنہ تن مکہ کی تپتی ریت پر چلچلاتی دھوپ میں پڑے ہیں۔ کوڑوں کی مار سے سارا جسم لہولہان ہے۔ اللہ کا دشمن ہار جاتا ہے۔ بلال رضی اللہ عنہ لات و عزیٰ اور ہبل کی الوہیت کے انکاری ہیں۔ وہ بندوں پر بندوں کی خدائی کے منکر ہیں۔ وہ دنیا کی تنگیوں پر آخرت کی وسعتوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان کے یہی خیالات ایک نعرہ بن جاتے ہیں۔ احد احد کا نعرہ۔ دشمن یہ نعرہ سن کر جھنجھلا جاتا ہے اور اپنی شکست کو چھپانے کے لئے مزید ظلم پر آمادہ ہوتا ہے۔ ایک بھاری تپتا ہوا پتھر اپنے کارندوں کے ذریعہ سینہ بلال پر رکھ دیتا ہے تاکہ وہ اپنی دانست میں بلال کو کامیابی اور کامرانی کے اپنے معیار کا قائل کر سکے۔ لیکن وہ ایسا نہ کر سکا، بالآخر حق غالب آیا اور باطل پاش پاش ہو گیا۔

سعادت و خوش بختی کو ایمان میں مضمر جاننے والوں میں امام ابن تیمیہ بھی تھے۔ کامیابی و کامرانی کے معیار میں ترجیح کا معاملہ ان کے ساتھ بھی پیش آیا۔ جب انھوں نے اعلان کیا کہ اصل کامیابی ایمان کی سعادت کا حصول ہے تو دوسرے معیاروں کے حاملین کی پیشانیاں شکن آلود ہو گئیں۔ جب انھیں اپنے معیار سے ہٹانے کے لئے ظلم و جبر کا سلسلہ شروع کیا گیا تو انھوں نے اپنے دشمنوں کو جواب دیا کہ تم میرا کیا بگاڑ سکتے ہو؟ میری جنت میرے سینے میں آباد ہے۔ اس سے مجھے بے دخل نہیں کر سکتے۔ تم اگر چاہو تو مجھے جلاوطن کر سکتے ہو میں سمجھوں گا

سیاحت پر نکلا ہوں۔ ممکن ہے کہ تم مجھے قید کر دو، میں سمجھوں گا کہ یاد الٰہی کے لئے مجھے خلوت میسر آگئی ہے۔ اور اگر تم مجھے قتل کر دو تو یہ میرے لئے شہادت ہو گی۔ یاد رکھو میرا سینہ اللہ کی کتاب کا گنجینہ اور میرا دل سنت رسول اللہ کا خزینہ ہے۔ میری خوش نصیبی کو تم ہر گز نہیں چھین سکتے۔ کہنے والے نے سچ کہا ہے:

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو　　عجب چیز ہے لذت آشنائی

ایمان کی لذت صرف وہی جان سکتا ہے جس نے اس کا ذائقہ چکھا ہو۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: «ذَاقَ طَعْمَ الْإِيمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا» (مسلم) اس شخص نے ایمان کا مزہ پالیا جس نے اللہ کو رب، اسلام کو دین اور محمد کو رسول کی حیثیت سے پسند کر لیا۔

ایک دوسری حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: «ثَلاَثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلاَوَةَ الإِيمَانِ: أَنْ يَكُونَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ يُحِبَّ المَرْءَ لاَ يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ، وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ» (متفق علیہ) تین خصوصیات جس میں پائی جائیں سمجھنا چاہئے کہ وہ ایمان کا لذت آشنا ہو گیا:

اول یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اس کے نزدیک دنیا جہاں سے زیادہ محبوب ہو جائیں۔

دوسرے یہ کہ آدمی جو بھی چاہے جسے بھی چاہے خالصۃً اللہ کے لئے چاہے۔

تیسرے یہ کہ اسلام و ایمان کے بعد کفر میں واپسی اس کے لئے اتنی ہی ناپسندیدہ ہو جتنی یہ بات کہ اس کو آگ میں ڈال دیا جائے۔

بعض بزرگوں نے اپنے دشمنوں کے بارے میں فرمایا کہ اگر انھیں معلوم ہو جائے کہ ہمارے سینوں میں ایمان کیسا ہے تو وہ اس کے لئے ہم سے جنگ کرنے لگیں۔

جو دنیا میں خوش نصیبی اور سعادت کا طالب ہو اسے چاہئے کہ اپنے دل میں ایمان بسا لے۔

جو آخرت میں فوز و فلاح سے ہم کنار ہونا چاہے اسے چاہئے کہ ایمان کو مستحکم کر لے۔

جو امن و امان اور عافیت کا طلب گار ہو اسے چاہئے کہ اپنے آپ کو مکمل طور پر ایمان کے حوالہ کر دے۔